OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk

JIRS, Vol.:2, Issue: 1, Jan – June 2017
DOI: 10.36476/JIRS.2:1.06.2017.03, PP:21-36

اندلس میں مسلمانوں کے ادوارِ حکومت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Research and Critical Study of Muslim Ruling Periods in Andulus

***ڈاکٹر محمد انیس خان**

پی ایچ ڈی، اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ، خیبر پختون، manees332@gmail.com

****ڈاکٹر عرفان اللہ**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی اف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

Abstract

The golden Islamic history cannot be completed without the mention of Spain which was a bright star. It became one of the great Muslim civilizations; reaching its summit with the Umayyad caliphate of the tenth century. The heartland of Muslim rule was Southern Spain or Andulus. Different eras of Muslim rule in Andulus have been described in this research with an aim to highlight their apex and glory they achieved and then a focus on the reasons of their downfall as well. A brief introduction of the rulers in all eras with their major achievements and immersion in evil habits that led to their downfall has been the prime focus of this research. It gives us various glimpses from the course of history to reflect upon Muslim rule in Spain from a new perspective.

***Key words:** Muslim in Spain, Different period, downfall, Andulus.*

تمہید

مسلمانوں کی اُندلس میں کامیابی سے لے کر زوال تک کی تاریخ کو ہم مختلف ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں جس کی مختصر تفصیل درجہ ذیل ہے۔

(ا): اموی امراء کا دور	711)	تا	(756
(۲): اموی امراء اور خلفاء کا دور	756)	تا	(912
(۳): ملوک الطوائف	1023)	تا	(1091
(۴): المرابطون، الموحدون	1091)	تا	(1269
(۵): بنو احمر	1232)	تا	(1492
(۶): زوال غرناطہ			

(ا): اموی امرا کا دور(711تا756)

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کی آخری دھائیوں میں اموی فوجیں موسیٰ بن نصیر

کی قیادت میں شمالی افریقہ کے اکثر علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں۔افریقہ کے شمالی اطراف کے ساحلی حصے سلطنت روما سے تعلق رکھتے تھے لیکن قرطاجنہ کے سقوط سے افریقہ میں رومی سلطنت کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔تاہم شمالی افریقہ کا ساحلی شہر سبتہ بدستور رومی سلطنت کا حصہ تھا۔سبتہ کا حاکم جولیان قوطیہ، بادشاہ سپین وی تیزا کا داماد اور خاص آدمی تھا۔رزریق بادشاہ وتیزا اور اس کے ولی عہد کے قتل کے بعد تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے ظلم کی وجہ سے بہت جلد مشہور ہوا۔جس کی بدولت بہت سے لوگ ہجرت کر کے افریقہ کے ساحلی شہروں میں پناہ لینے لگے۔

جب 710ء میں موسیٰ بن نصیر کا ایک سپہ سالار طریف اس راستے سے سپین میں داخل ہونے لگا تو جولیان نے ان کی بڑی مدد کی تھی۔جب موسیٰ کا دوسرا سپہ سالار طارق بن زیاد ۷۱۱ء میں ساحل پر اترا (جبرالٹر) اور حملوں کا آغاز کر دیا تو 19 جولائی 711ء کو وادی لطہ میں انھوں نے بادشاہ رزریق کو شکست دے دی۔اس کے بعد تیزی سے بڑھ کر دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور 711ء میں قرطبہ [1] اور طلیطلہ [2] فتح ہوئے۔اسی طرح 712ء میں اشبیلیہ [3]، ماردہ [4] اور سرقسطہ [5] بھی فتح ہو گئے۔

یوں سپین اموی خلافت کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔اس دور میں سپین کی مقامی ثقافت اور اسلام کی شامی تہذیب کے امتزاج سے مذہبی رواداری بڑھی اور تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا البتہ معاشرت کی بنیاد قبائلی تقسیم پر رہی۔[6] اس لئے عرب شامی اور غیر شامی تفریق کا شکار تھے۔اس عہد کا ایک قابل ذکر واقعہ بلاط الشہداء کی جنگ ہے۔[7] جسے یورپ کے مورخین نے ایک اہم واقعہ بتایا ہے۔

آخری اموی والی یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری (747ء-756ء) تھا جب عباسیوں نے اموی خلافت کے خاتمہ کے بعد 756ء میں عباسی خلافت قائم کی۔ابوالعباس عبداللہ اس کا پہلا خلیفہ بنا۔ تو ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ عباسیوں سے بچتا بچاتا شمالی افریقہ پہنچ گیا۔یہاں اس نے فوج جمع کی اور سپین پر حملہ کیا اور قرطبہ کے باہر الفہری کو شکست دے کر 10 مئی 756ء کو اس نے امیرِ اندلس ہونے کا اعلان کیا اور اموی امارت کے دور کا آغاز ہو گیا۔[8]

فہرست والیان اندلس مع مدت حکومت:

ذیل میں والیان اُندلس کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

1. طارق بن زیاد [9] (شوال 92ھ اجولائی 711ء) (جمادی الاول 93ھ مارچ یا اپریل 714ء)
2. موسیٰ بن نصیر۔ذی الحجہ 95ھ (ستمبر 714ء تک)
3. عبدالعزیز بن موسیٰ۔ذی الحجہ 97ھ اگست 716ء تک
4. ایوب بن حبیب اللخمی۔ذی الحج 98ھ جولائی یا اگست 717ء تک
5. الحر بن عبدالرحمٰن الثقفی۔رمضان 100ھ مارچ یا اپریل 719ء تک
6. السمح بن مالک الخولانی۔ذی الحجہ 102ھ مئی 721ء تک
7. عبدالرحمٰن الغافقی۔صفر 103ھ اگست 721ء تک
8. عنبسہ بن سحیم کلبی۔شعبان 107ھ دسمبر 725ء یا جنوری 726ء تک۔۔(قرطبہ دارالحکومت ہو گیا)
9. عذرہ بن عبداللہ الفہری۔شوال 107ھ مارچ 726 تک
10. یحییٰ بن سلمہ الکلبی۔ربیع الثانی 108ھ ستمبر 726 تک

11. عثمان بن ابی عبدہ۔ شعبان 109ھ نومبر 727ء تک
12. عثمان بن ابی نسعہ الخثعمی۔ ربیع الاول 110ھ جون یا جولائی 728 تک
13. حذیفہ بن احوص قیسی۔ محرم 111ھ اپریل 729ء تک
14. ہیثم بن عبید کلابی۔ جمادی الاول 113ھ اگست 731 تک
15. محمد بن عبداللہ اشجعی۔ شعبان 113ھ اکتوبر 731ء تک
16. عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی۔ رمضان 114ھ اکتوبر 732ء تک
17. عبدالملک بن قطن فہری۔ رمضان 116ھ اکتوبر یا نومبر 734ء تک
18. عقبہ بن حجاج سلولی۔ صفر 121ھ 739ء تک
19. عبدالملک بن قطن فہری۔ 124ھ 742ء تک
20. بلج بن بشر القشیری۔ شوال 124ھ ستمبر 742ء تک
21. ثعلبہ بن سلامہ۔ رجب 125ھ مئی 743ء تک
22. ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی۔ رجب 127ھ اپریل۔ مئی 745ء تک
23. ثوابہ بن سلمہ۔ ربیع الثانی 129ھ دسمبر 746 یا جنوری 747ء تک
24. یوسف بن عبدالرحمٰن۔ ذی الحجہ 138ھ مئی 756ء تک[10]

اندلس کا دور ولایت:

طارق بن زیاد کے وقت سے لے کر یوسف بن عبدالرحمٰن تک یعنی 711ء سے 756 تک کے عرصے میں یہ ملک صحیح معنوں میں اسلامی اندلس بن گیا۔ اس نصف صدی کا زیادہ تر وقت گو کہ خانہ جنگی میں گزرا لیکن پھر بھی یورپ کی سرزمین پر اسلام کی کرنیں چمکنے لگی۔ اس دور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "اندلس اسلامی حکومت کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس نقطہ پر پہنچ گیا۔ جہاں تک اٹلی کو پوپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے میں ایک ہزار برس لگے"۔[11]

اس دور کے بارے میں ڈاکٹر عبدالروف لکھتے ہیں کہ "پہلا دور بوکھلاہٹ اور انتشار کا دور تھا اور دوسرا دور طاقت اور ترقی کا دور شمار ہوتا ہے جب کہ تیسرا دور ناخوشگوار لاقانونیت اور بربادی کا دور کہلایا جاتا ہے"۔[12]

ڈاکٹر عبدالروف پہلے دور کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"بد قسمتی سے مسلمان سپین میں صحیح طور پر حکومت کرنے میں ناکام ہوئے اس کے باوجود کہ مسلمانوں کے پاس سائنس کے ساتھ ساتھ ایک عمدہ تہذیب بھی موجود تھی لیکن اندرونی انتشار اور سازشوں کی وجہ سے وہ بغاوت کو ختم کرنے میں ناکام ہوئے۔ آگے بڑھ کر وہ اس دور کی چند خوبیاں بھی بیان کرتے ہیں کہ باوجود اس انتشار اور غیر یقینی حالات کے مسلمانوں نے فرانس کا کافی علاقہ قبضہ کیا تھا"۔[13]

بالآخر اندلس کا دور ولایت بہت سے مشکلات کے باوجود اچھا رہا۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی اس دور کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اس پچاس سال کے عرصے میں سپین نے سائنس اور فنون عامہ میں وہ کامیابیاں حاصل کی جس سے اس دور کی ترقی ظاہر ہوتی ہے۔[14]

اموی امراء اور خلفاء کا دور (756ء۔۔۔۔۔912ء)

اموی امراء اور خلفاء کے دور میں اندلس کی باقاعدہ ثقافت اُجاگر ہوئی۔ زبان ادب اور علم و فن کو خاصی ترقی حاصل ہوئی اور مالکی مذہب سرکاری سطح پر متعارف ہوا۔ صنعت و حرفت، زراعت، عمارت، کتب خانے، الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اندلس نے مقام حاصل کیا۔ مسلمانوں سے پہلے اندلس کے شہروں میں جابجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ سارا یورپ وحشت، بربریت اور جہالت میں گرفتار تھا۔ اس دور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

"اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت اور کہیں نظر نہیں آتی"[15] اُندلس کے ابتدائی اموی امراء میں عبدالرحمٰن جو اول اور داخل کے نام سے بھی معروف ہیں نے اندلس کی مشہور مسجد قرطبہ کی بنیاد ڈالی۔[16] عبدالرحمٰن کے بعد ابوالولید ہشام اول نے 796ء تک اور الحکم اول نے 822ء تک حکومت کی جو بہت مشہور ہیں۔ الحکم کے بارے میں ابن خلدون لکھتے ہیں:

"اس نے ممالک کثرت سے جمع کیے اور سواروں کے دستے بنائے۔ اس کی سلطنت نے ترقی کی اور کاموں پر بذاتِ خود توجہ رکھتا تھا۔ خوب اسلحہ جمع کیا۔ تعداد کا شمار رکھا، خدم و حشم بڑھائے، اپنے دروازے پر سوار متعین کئے۔ اس کے پاس چند دیکھنے والی آنکھیں تھی جو لوگوں کے حالات سے اس کو مطلع کرتی تھیں۔ یہ وہی ہے جس نے اندلس کو اپنے جانشینوں کے لئے اچھی حالت میں سپرد کیا۔"[17]

آپ کے خلاف بغاوتوں میں علماء سب سے آگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں تک مشرقی طرز کے دینی مدارس کا نظام رائج نہ ہو سکا۔ علم الکلام اور فلسفہ ممنوعہ علوم تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن ثانی نے (852ء) سلطنت کو مزید مستحکم کر لیا۔ آپ نے اپنے دور میں جہاز کے کارخانے بنائے تھے۔ آپ کے بارے میں ابن القوطیہ لکھتے ہیں:

"نارمنوں کے حملے کے بعد امیر عبدالرحمٰن بن حکم مستعد ہو گیا۔ اور اشبیلیہ میں ایک دار لقضاء قائم کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ کشتیاں تیار کرائیں۔ اور سواحل اندلس کے بحری ماہروں کو یہاں جمع کیا۔ اور ان کے معاوضے میں اضافہ کیا اور آلاتِ واقفیت مہیا کئے۔ چند سالوں کے بعد اس بحری تیاری سے خاطر خواہ فائدہ پہنچا۔ چنانچہ امیر محمد کی حکومت میں جب 244ھ میں نارمنوں نے اندلس پر دوسری مرتبہ یورش کی تو وادی کبیر کے دہانے پر ان کو سمندر میں روکا گیا۔ انھیں شکست ہوئی۔ ان کی کشتیاں جلا دی گئیں اور وہ فوراً لوٹ جانے پر مجبور ہو گئے"۔[18]

عبدالرحمٰن نے عباسی طرز کے نظام کو رائج کر دیا۔ آپ کے عہد کے آخری ایام میں شامیوں نے بغاوت شروع کر دی تھی۔ ابھی تک اندلس کے خلفاء کو امیر کہا جاتا تھا۔ عبد الرحمٰن نے باقاعدہ خلافت کا آغاز کیا۔ آپ نے پچاس سال حکومت کی۔ عیسائیوں اور بربروں کو حملے سے روکا، اس کے ساتھ آبپاشی کا نظام متعارف کرایا اور کھیتی باڑی کو فروغ دیا۔ اِس دور میں اندلس یورپ کا سب سے ترقی یافتہ ملک شمار ہوتا تھا۔ دوسرے یورپی بادشاہ اندلس سے تعلق قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور اپنے سفیر بھیج رکھے تھے۔ الناصر کے بعد اسکا بیٹا الحکم ثانی المستنصر باللہ (976ء) کے لقب سے خلیفہ بنا۔ یہ خود عالم تھا۔ اُس وقت قرطبہ کو عروسِ عالم کا زیور کہا جاتا تھا۔[19] آپ کے بعد خلافت کا زوال شروع ہوتا ہے کیونکہ قبائلی منافرتوں کے سامنے کوئی بھی خلیفہ مضبوطی سے نہ ٹھہرا رہا۔ اور آخر 1023 میں یہ خلافت ختم ہوئی۔

اموی سلاطین و خلفاء اندلس

عبدالرحمٰن اول۔138ھ/756ء

ہشام اول۔172ھ/788ء

حکم اول۔180ھ/796ء

عبدالرحمٰن ثانی۔206ھ/822ء ایک خاندان سے ان کا تعلق تھا۔

محمد اول۔238ھ/752ء

منذر۔273ھ/886ء

عبداللہ۔257ھ/888ء

عبدالرحمٰن ثالث۔300ھ/912ء (عبداللہ کا پوتا۔ محمد کا بیٹا تھا)

حکم ثانی۔350ھ/961ء (عبدالرحمٰن ثالث کا بیٹا)

ہشام ثانی۔366ھ/976ء (حکم ثانی کا بیٹا)

محمد ثانی۔399ھ/1009ء (عبدالرحمٰن ثالث کا پر پوتا محمد بن ہشام بن عبد الجبار۔ لقب مہدی

سلیمان المستعین باللہ۔400ھ/1009ء (چند مہینوں کے لئے تخت پر قابض ہوا تھا)

محمد ثانی۔400ھ/1010ء (دوبارہ تخت نشین ہوئے)

ہشام ثانی۔400ھ/1010ء (محمد ثانی مہدی کو سر دربار قتل کر دیا گیا۔ اور ہشام دوبارہ تخت نشین ہوئے سلیمان۔403ھ/1013ء (دوبارہ تخت نشین ہوا۔ تین سال حکومت کرنے کے بعد علی بن حمود سے شکست کھا کر مقتول ہوا اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

علی بن حمود (ناصر الدین اللہ)۔407ھ/1016ء (حمود بن میمون بن احمد بن علی بن عبید اللہ بن عمر بن ادریس۔ خاندان ادریسیہ سے تعلق تھا۔ مراکش سے بربر لوگوں کے ساتھ اندلس آئے تھے۔)

عبدالرحمٰن بن محمد۔408ھ/1018ء (خیران صقلبی نے اس کو بادشاہ مشہور کیا تھا۔)

قاسم بن حمود۔408ھ/1018ء (بربر لوگوں نے اس کو منتخب کیا۔ جزیرہ خضرا کا حاکم تھا)

یحییٰ بن علی بن حمود۔412ھ/1021ء (اپنے چچا سے اقتدار انہوں نے اپنے بھائی ادریس بن علی کے مدد سے حاصل کی)

قاسم بن حمود۔413ھ/1022ء (یحییٰ کے بھاگ جانے کے بعد پھر تخت نشین ہوا)

عبدالرحمٰن خامس۔414ھ/1023ء (اہل قرطبہ نے مجمع عام میں اس کا انتخاب کیا تھا)

محمد ثالث۔414ھ/1024ء (مستکفی کے لقب سے عبدالرحمٰن کے قتل کے بعد تخت نشین ہوئے)

یحییٰ بن علی بن حمود۔416ھ/1025ء (محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ کے وفات پر تخت نشین ہوا)[20]

یحییٰ بن علی کے قتل ہونے کے بعد ادریس بن علی مالقہ میں تخت نشین ہوا۔431ھ میں اس کے وفات کے بعد حسن بن یحییٰ سبطہ (مستنصر) کے لقب سے تخت پر جانشین ہوا۔438ھ میں اس کے وفات کے بعد تین چار سال تک اس خاندان کے غلاموں اور نوکروں نے مالقہ میں حکومت کی۔443ھ میں ادریس بن یحییٰ تخت پر قابض ہوئے۔

448ھ میں محمد بن ادریس نے مہدی کا لقب اختیار کر کے تخت پر قبضہ حاصل کیا۔449ھ میں اس کے وفات پر ادریس بن یحیٰی دوبارہ تخت نشین ہوا۔ 450ھ میں اس کی وفات کے بعد محمد اصغر بن ادریس بن علی بن حمود تخت پر جانشین ہوئے۔451ھ میں بادیس بن حابوس نے مالقہ پر حملہ کیا اور اصغر پریشانی کے حالت میں 456ھ میں (ملیلہ) چلا گیا۔ 470ھ تک حکومت کی۔ محمد اصغر نے مالقہ میں 451ھ تک حکومت کی۔آخر بادشاہ قاسم بن محمد الملقب بہ واثق باللہ (صوبہ جزیرہ) پر اشبیلیہ کے بادشاہ معتضد بن ابوالقاسم بن عباد نے حملہ (450ھ) کرکے خاندان حمود کا اندلس سے خاتمہ کیا۔[21]

اموی سلاطین پر تبصرہ

سپین میں اموی دور کا آغاز تب شروع ہوا جب عبد الرحمٰن نے سنہ 138ھ کو اندلس میں داخل ہو کر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ عبدالرحمٰن اول کی اولاد میں بعض ایسے حوصلہ مند لوگ تھے۔ جنہوں نے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔آج تمام دنیا ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہیں۔قرطبہ میں خلفاء اندلس نے ایسی مشعلیں روشن کی تھیں جس سے تمام یورپ مستفید ہوا۔ سلاطین یورپ خلفاء اندلس کی شان و شوکت کو دیکھ کر کانپتے تھے۔

پھر ایسی عظیم الشان اسلامی ریاست کی بربادی کی اصل وجہ کیا بنی۔اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے شریعت اسلام اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں قصور کیا۔اسلام نے دنیا کی سلطنت و حکومت کو کسی خاندان یا کسی خاص قبیلہ کا حق نہیں بتایا۔ مسلمانوں نے تعلیم اسلامی کے خلاف حکومت میں وراثت کو دخل دیا اور باپ کے بعد بیٹے کو مستحق خلافت سمجھا۔ جیسا کہ دنیا میں پہلے رواج تھا۔اسی رواج کو حضور ﷺ نے ختم کیا تھا۔مگر مسلمانوں نے چند سال بعد پھر اس لعنت کو گلے میں ڈال دیا۔جب مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا ہوئی اور وہ آپس میں لڑنے لگے تو ان کا یہ عالم ہوا کہ لوگ شعروں میں ان کے ظلم و ستم کا ذکر کرنے لگے۔ سلیمان المستعین کے بارے میں آتا ہے:

"لا رحمة الله سليمانكم فانه ضد سليمان ذاك به غلت شياطينها وحل هذا كل شيطان"

"خدا تمھارے سلیمان پر رحم نہ کرے۔ کیونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کے بالکل ضد ہیں۔اس نے تمام شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔اِس نے تمام شیطانوں کو آزاد کر دیا ہے"۔[22]

ملوک الطوائف

تاریخ کے مطالعے سے ہمارے سامنے ایسے حقائق آجاتے ہیں جن کو ہم نظرانداز نہیں کر سکتے۔ جس وقت اموی خلافت کے زوال سے مختلف شہروں میں باغی سرداروں نے اپنی حکومتیں قائم کرلیں تو یہ اندلس کے سیاسی انتشار کی علامت تھی۔ان ریاستوں میں سے بعض اتنی کمزور تھیں کہ دوسرے ہمسائیوں نے انہیں ہڑپ کر لیا اور وہ اپنا دفاع نہ کر سکے۔بے چینی اور اضطراب کا یہ دور ملوک الطوائف کا دور کہلاتا ہے۔[23] جس کی مثال بنی حمود ہمارے سامنے ہے۔اگرچہ اور بھی خاندان الگ الگ صوبوں پر خود مختارانہ حکومتیں کر رہے تھے۔اس دور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پریشانی کے اس دور میں سپین کے مسلمان ایک دوسرے کو گھڑے میں دھکیل رہے تھے جب کہ دوسری طرف عیسائی طبقہ متحد ہونے اور مسلمانوں کو سپین کی سرزمین سے باہر کرانے میں مصروف تھا۔[24]

انتشار کی اس گھڑی میں جنوب میں بربر امراء اور شمال میں عیسائی بادشاہوں کو اندلس پر حملے کا موقع مل گیا۔Dynasties of Spain کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس وقت سپین ثانوی درجے کے چھوٹے چھوٹے ریاستوں میں تقسیم ہو گیا

تھا۔[25]

تاہم ان ملوکُ الطوائف میں قرطبہ میں بنو جوھر (1031ء۔1070ء) اشبیلیہ میں عباد (1033۔1091) طیلطلہ میں ذوالنونیہ (1035۔1085) سرقسطہ میں بنو ھود (1010ء۔1111ء) اور غرناطہ میں بنو زیری (1012ء۔1090ء) زیادہ مشہور ہیں۔ سر ڈوزی لکھتے ہیں کہ " مسلمانوں کے اندرونی انتشار کی وجہ سے مسلم حکومت مختلف ریاستوں میں تقسیم ہوئی اور اس طرح سیاسی کمزوری ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور آخرکار مسلمانوں کی اندلس سے انخلاء پر ختم ہوئی"۔[26]

عیسائی بادشاہ الفانسو[27] نے بغیر کسی لڑائی کے 1085ء میں طیلطلہ پر قبضہ کر لیا اور اتنی طاقت حاصل کی کہ ملوکُ الطوئف اسے اپنی لڑائی میں معاون بنانے لگے۔ اپنی اقتدار کی حفاظت کیلئے کبھی وہ بربروں اور کبھی عیسائیوں سے مدد لیتے تھے۔[28] ان ملوکُ الطوائف میں مشہور بنو حمود، بنو عباد، بنو ذوالنون، بنو ہود، قرطبہ میں ابن جھور کی حکومت وغیرہ ہیں۔[29]

اس دور میں اندرونی انتشار کی وجہ سے مسلمانوں میں وہ اتحاد باقی نہ رہا جو مسلمانوں کے اندلس پر حملے کے وقت دیکھنے میں آیا تھا۔ اس انتشار کے دور میں چند ایک ریاستوں نے کافی شہرت پائی اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں میں اُونچا مقام حاصل کیا۔ لیکن یہی انتشار تھا کہ جنوب میں بربر امراء اور شمال میں عیسائی بادشاہوں کو اندلس پر حملے کا موقع مل گیا۔ ان عیسائی بادشاہوں نے اتنی طاقت حاصل کر لی کہ ملوکُ الطوئف اپنی لڑائیوں میں اسے ثالث اور معاون بنانے لگے۔

المرابطون، الموحدون (1091ء۔1269ء)

یہاں اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ ملوکُ الطوئف نے جب بربروں اور عیسائیوں سے مدد لینا شروع کیا تو اُن کے مخالفین نے افریقہ میں المرابطون[30] کے امیر یوسف بن تاشفین[31] کو سپین پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ ابن تاشفین نے 2 نومبر 1086 کو جنگ زلاقہ[32] میں الفانسو کو عبرتناک شکست دی مگر اس سے ملوکُ الطوائف کی باہمی رقابتوں میں کوئی فرق نہ آیا تو انھوں نے اندلس کے بیشتر حصوں کو المرابطون کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس زمانے میں اندلس میں داخلی طور پر تو امن رہا لیکن شمال کی جانب سے عیسائیوں کا دباؤ بڑھتا رہا کیونکہ طیلطلہ پر عیسائیوں کا قبضہ تھا جب کہ سرقسطہ پر بھی 1118ء میں عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی طرح طرطوشہ، لاردہ، یابرہ، اور قونکہ[33] بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔[34]

اس کی اصل وجہ یہ بتائی جا سکتی ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت کو بھول گئے تھے۔ سیاسی انتشار تھا اور بڑے لیڈر جیسے یوسف بن تاشفین ، علی بن تاشفین 1106ء (500ھ) تا 1143ء (538ھ) اور تاشفین بن علی بن یوسف 1143ء (538ھ) تا 1145ء (450ھ) یہ سب بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ فقیہوں کی بے حد عزت کرتے تھے۔ اُن کے جانے سے ملک میں اندرونی انتشار نے ایک مرتبہ پھر سر اُٹھانا شروع کیا۔[35] اس انتشار سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جب 1133ء میں شاہ قشتالہ الفانسو ھفتم نے جب قرطبہ کا تخت و تاج سنبھالا تو مسجد قرطبہ کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ دوسرے شہر بھی تباہی کا نشانہ بنے۔ ۱۱۴۴ء تک پورا اندلس زیر و زبر ہو چکا تھا۔[36]

ابن خلدون 1362ء تا 1365ء اندلس میں رہے اور مختلف امور سرانجام دیئے۔ کبھی وزیر کے ذریعہ سے تو کبھی سفیر کے ذریعے سے۔ شاہ قشتالہ نے جب اشبیلیہ پر حملہ کرکے اِس پر قبضہ کیا۔ تو صلح کا پیغام آپ لیکر گئے تھے۔[37] الغرض مختلف ادوار میں عیسائیوں نے آکر مسلمانوں سے اپنے علاقے چھین لیے۔ افریقہ میں مرابطین کی جگہ موحدین[38] (1147ء۔1228ء) بر سر اقتدار آچکے تھے۔ ان کے بارے میں مصنف Muhammaden dynasties in Spain

میں لکھتے ہیں کہ جون ۱۱۴۵ عیسوی کو موحدین نے ابو عمران موسیٰ کی سرکردگی میں جزیرہ طریف اور اس کے ارد گرد علاقوں کو قبضہ کیا تھا۔[39]

چنانچہ جب اندلس کے امراء نے موحدین کو دعوت دی تو 1147ء میں موحدین نے اشبیلیہ، مالقہ اور دیگر اہم شہروں سے المرابطون کی حکومت کا خاتمہ کر کے اندلس کو متحد کرنا شروع کر دیا۔الموحد کے خلیفہ ابو یعقوب یوسف[40] (1163ء۔1184ء) نے اپنے مختصر دور میں اشبیلیہ کو چار چاند لگا دیئے۔آپ 1184ء میں عیسائیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔اس کے ساتھ سپین میں عیسائیوں کی فتح ثانی میں تیزی آ گئی۔[41]

ابو یوسف بن ابو یعقوب جس کی حکومت (1184ء تا 1199ء) تک رہی، نے ایک مرتبہ پھر 18 جولائی 1195ء الفانسو ہشتم (1158ء۔1214ء) کو الارکہ کے مقام پر شکست دی۔تاہم اس کے اثرات دیر پا ثابت نہ ہوئے۔[42]اس کے بارے میں امام غزالی کی پیشن گوئی تو ٹھیک ثابت ہوئی۔[43]لیکن اب پھر مسلمان آپس میں لڑنے میں مصروف اور اقتدار کی تلاش میں تھے۔جس کا مخالف فائدہ عیسائیوں کو ملتا تھا اور موحدین کمزور ہوتے گئے۔عیسائی ریاستیں متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتی رہیں جس کے نتیجے میں 17 جولائی 1212ء کو بہت بڑی شکست ہوئی۔

اِس شکست کے بارے میں مصنف Muhammaden dynasty in Spain میں لکھتے ہیں کہ یعقوب المنصور کے بعد اس کا بیٹا ابو عبد اللہ محمد تخت نشین ہوا۔اُس کے اقتدار میں آنے سے مسلمانوں کے وہ اُصول جو اُنہوں نے 1212 عیسوی میں سپین میں قائم کیئے تھے تباہ و برباد کر دیئے۔آپ نے کافی فوج کو جمع کیا لیکن کچھ خاص ترقی حاصل نہیں کی لہٰذا آپ کا دور نہایت مہلک اور تباہ کن تھا۔[44] پھر آخر کار 1236ء میں قرطبہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور ارغون[45] پر 1237ء میں بلنسیہ[46] اور قشتالہ[47] 1248ء میں اور اشبیلیہ بھی دوبارہ عیسایوں کے قبضے میں آ گیا۔بظاہر تو اس دور میں اندرونی انتشار جاری رہا لیکن مسلمانوں نے کئی نئے علاقوں کو بھی فتح کیا۔صنعت و حرفت میں اضافہ ہوا۔تجارت ترقی کر گئی۔[48]

اگرچہ مسلمانوں نے اس دور میں کافی ترقی کی۔تاہم اس دور کو اگر ہم " عیسائیوں کی چیرہ دستی کا دور" کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ذیل میں ہم مرابطین کے خلفاء کی فہرست دیتے ہیں۔جن سے ان کے زمانہ حکومت کا بخوبی انداز ہو جائے گا۔

1. یوسف بن تاشفین۔485ھ۔۵۰۰ھ (1106ء تک)
2. ابو الحسن علی بن یوسف بن تاشفین۔500ھ۔537ھ (1143ء تک)
3. ابو محمد تاشفین۔537ھ۔چند مہینے اِن کی حکومت رہی۔
4. تاشفین بن علی۔537ھ۔۵۳۹ھ (1145ء تک)
5. ابراہیم بن تاشفین۔539ھ۔۵۴۱ھ (1147ء تک)

اِس دور کے بعد طوائف الملوکی پھر شروع ہوئی۔لیکن چند روز بعد اندلس موحدین کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

موحدین کے خلفاء:

موحدین کے خلفاء کے دور اقتدار کا زمانہ کچھ اس طرح ہے

محمد بن عبداللہ تومرت 515ھ میں اپنے وطن مراکش سے تحریک شروع کی۔اور آخر میں کامیاب ہوئے۔544ھ میں وفات پا گئے۔

عبد المومن مرید خاص ابن تومرت۔ 544ھ۔ 558ھ (1163ء تک)

ابو یعقوب بن عبد المومن۔ 558ھ۔ 580ھ (1184ء تک)

ابو یوسف منصور (یعقوب کا بیٹا)۔ 580ھ۔ 595ھ (1199ء تک)

ابو عبد اللہ محمد (منصور کا بیٹا)۔ 595ھ۔ 610ھ (1214ء تک)

یوسف مستنصر (عبد اللہ کا بیٹا)۔ 610ھ۔ 620ھ (1224ء تک)

عبد الواحد (مستنصر کا بھائی)۔ 620ھ۔ تقریباً 9 مہینے حکومت کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا۔

عبد الواجد عادل (ناصر بن منصور کا بھائی)۔ عبد الواحد کے بعد تخت نشین ہوا اور 625ھ میں موحدین کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔[49]

المرابطون کے دور میں اندلس میں اندرونی طور پر امن رہا لیکن شمال کی جانب سے دباؤ مسلسل بڑھتا رہا۔ یوسف بن تاشفین نے اس دور میں کافی مقبوضہ علاقوں کو واپس اپنے تحویل میں لے لیا اور زراعت وغیرہ میں کافی ترقی حاصل کی۔ اس دور میں فقہا کا خوب زور شور رہا۔ فلسفہ اور علم الکلام نے کافی ترقی کی لیکن مرابطین کے اختتام پر ایک مرتبہ پھر اندلس میں انتشار پھیل گیا۔ جو شخص جس شہر یا قلعہ کا حاکم تھا وہ خود مختار فرماں روا بن بیٹھا۔ اس دور میں اندلس کے امراء نے افریقہ کے الموحدین کو دعوت دی تو انہوں نے فوراً لبیک کہا اور حملہ کرکے اُندلس کو متحد کرنا شروع کیا۔

موحدین کے دور میں فلسفے اور علم الکلام نے کافی ترقی کی۔ ابو بکر محمد بن طفیل جن کو فلسفہ اور علم الکلام کا امام کہا جاتا تھا ابو یعقوب کا مشیر خاص تھا۔ ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد وغیرہ اس دور کے مشہور علماء تھے۔ سلطنت موحدین کا دور مشہور فرماں رواؤں میں شمار ہوتا ہے لیکن اس دور کا اختتام بھی اندرونی انتشار، قبائلی تعصب اور اندرونی دشمنی کی وجہ سے ہوا۔

اگر ہم بنو احمر[50] (1232ء۔1492ء) کے حالات کا ذکر کریں تو اس دور پر کافی روشنی پڑے گی اور اس عہد کی عیسائی یلغار ہمارے سامنے آجائے گی۔ چونکہ تیرھویں صدی میں عیسائیوں کی چیرہ دستی سے تنگ آکر بہت سے مسلمانوں نے ہجرت کی اور آفریقہ پہنچ گئے۔ مرابطین اور موحدین کی حکومتیں بھی ان عیسائیوں کی چیرہ دستی کی وجہ سے ختم ہوئیں تھیں۔ اسی طرح اندلس کے جنوب میں کئی ریاستیں قائم ہوئیں تھیں ان میں آخری اور طاقت ور سلطنت غرناطہ (1232ء۔1492ء) تھی۔ یہ سلطنت جنوب میں بحیرہ روم کے سرحدی علاقوں المیریہ اور جبل طارق تک اور شمال میں رندہ اور البیرہ کے پہاڑی سلسلوں تک محدود تھی۔[51]

1237ء میں ارجونہ کے قلعدار محمد بن یوسف جو ابن احمر کے نام سے مشہور تھا، نے غرناطہ پر قبضہ کیا اور الغالب باللہ کے نام سے بنیاد رکھی۔ اور اس طرح یہ خاندان بنو نصر اور بنو احمر کے نام سے مشہور ہوا۔ محمد اول (1232ء۔1272ء) اس کا بانی تھا۔ بنو نصر نے ۲ صدیوں تک حکومت کی۔ اس دوران وہ کبھی عیسائیوں اور کبھی افریقی بربروں (بنو مرین سلاطین) کے ساتھ معاہدوں کے نازک اور خطرناک روابط کی بازار گری پر قائم تھا۔ ان ادوار میں غرناطہ علماء، فقہاء، حکماء اور صوفیا کی آخری آماجگاہ بن چکا تھا۔ ابنِ خلدون (1406) ابنِ القوطیہ[52] (1374) اور ابو اسحاق شاطبیؒ[53] (1398) اس دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سی یادگار عمارتیں مثلاً قصر الحمراء اسی دور سے تعلق رکھتی ہے۔[54]

اس دور میں مسلمانوں نے سپین میں ہر ایک فن کو رائج کرکے ترقی دی۔ کتابوں کو زیادہ تر نظر آتش کر دیا گیا جب کہ

مسجدوں اور قدیم عمارتوں کو مسمار کر دیا گیا۔[55] آخری معاہدہ جب سلطان ابو عبداللہ زغل اور عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ[56] کے درمیان ہوا تو دسمبر کے مہینے کی 25 تاریخ 1491ء تھا۔[57] ابو عبداللہ شہر کے روساء کے ساتھ قلعہ الحمراء سے نکلا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا:

"مسلمانو! میں اقرار کرتا ہوں کہ اس ذلت و رسوائی میں کسی قسم کا گناہ نہیں۔ گنہگار صرف میں ہوں۔ میں نے اپنے باپ کے ساتھ نافرمانی اور سرکشی کا معاملا کیا اور دشمنوں کو ملک پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ لیکن بہر حال خدا نے مجھ کو میرے گناہوں کی سزا دے دی ہے۔ تاہم یہ باور کرنا چاہیے کہ میں نے اس وقت یہ معاہدہ جو قبول کیا ہے تو محض اس لئے کیا ہے کہ تم لوگوں کے اور تمھارے بچوں کے خون خواہ مخواہ نہ بہیں، تمھاری عورتیں لونڈیاں باندیاں نہ بنیں اور تمھاری شریعت اور تمھارے املاک و متاع ان بادشاہوں کے زیر سایہ محفوظ رہیں جو بہر حال بد نصیب ابو عبداللہ سے بہتر ہوں گے"[58]۔

خلفاء سلطنت غرناطہ:

سلطنت غرناطہ کے خلفاء کا دور اقتدار مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن الاحمر (نصر بن یوسف)۔ 632ھ۔ 671ھ (1272ء تک)

ابو عبداللہ محمد۔ 671ھ۔ 701ھ (1302ء تک)

محمد مخلوع۔ 701ھ۔ 705ھ (1306ء تک)

سلطان نصر بن محمد۔ 705ھ۔ 713ھ (1314ء تک)

ابوالولید۔ 713ھ۔ 725ھ (1326ء تک)

سلطان محمد۔ 725ھ۔ 733ھ (1334ء تک)

سلطان یوسف۔ 733ھ۔ 755ھ (1356ء تک)

سلطان محمد غنی اللہ۔ 755ھ۔ 760ھ (1361ء تک)

سلطان اسماعیل۔ 760ھ۔ 761ھ (1362ء تک)

ابو یحییٰ عبداللہ۔ 761ھ۔ 763ھ (1364ء تک)

سلطان محمد۔ 763ھ۔ 793ھ (1394ء تک)

سلطان یوسف ثانی۔ 793ھ۔ 798ھ (1399ء تک)

سلطان محمد ہفتم۔ 798ھ۔ 803ھ (1404ء تک)۔ سلطان یوسف ثالث۔ 803ھ۔ 822ھ (1423ء تک)

سلطان محمد ہشتم۔ 822ھ۔ چند مہینے

سلطان محمد نہم۔ 822ھ۔ 833ھ (1434ء تک)

سلطان محمد ہشتم۔ 833ھ۔ 839ھ (1440ء تک)

یوسف بن الاحمر۔ 6 مہینے حکومت کرنے کے بعد وفات ہوا۔

سلطان محمد ہشتم۔ چند مہینے حکومت کی۔

ابن عثمان: 859ھ تک حکومت کی۔ (1460ء تک)

ابن اسماعیل۔ 859ھ۔ 870ھ (1471ء تک)

سلطان ابوالحسن۔ 870ھ۔ تقریباً 889ھ (1490ء تک)

سلطان ابو عبداللہ زغل۔ ۸۹۲ھ میں مالقہ (1492ء تک)

آخر کار جنوری 1492ء کو اندلس مکمل عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا۔[59] بنو احمر جو بنو نصر کے نام سے بھی مشہور تھے، کی حکومت دو صدیوں تک قائم رہی۔ لیکن ان کی سیاسی اقتدار کا توازن کبھی سپین کے عیسائی بادشاہوں اور کبھی شمالی آفریقہ کے سلاطین کے ساتھ معاہدوں کے نازک اور خطرناک روابط کی بازی گری پر قائم تھا۔اس دور میں فن اور ادب کو ایک مرتبہ پھر فروغ ملا۔ غرناطہ علماء، فقہا، حکماء اور صوفیا کی آخری آماجگاہ بن گیا تھا۔ابن خلدون، ابن خطیب، ابواسحاق اسی دور کے مشاہیر تھے۔ قصر الحمراء جو فن تعمیر کی ایک نازک اور خیال آفرین ہے اسی عہد کا کارنامہ ہے۔ عرب کی طرح اندلس میں بھی مسلمانوں کی حکومت اگرچہ شخصی نظر آتی ہے مگر اس میں جمہوریت کا رنگ شامل تھا۔ خلیفہ کا حکم اور شریعت کا قانون ہر فرد پر یکساں نافذ العمل تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی آپس میں اقتدار کے لئے لڑائی، عیش و عشرت، نااہل خلفاء اور اندرونی انتشار ہی وہ عوامل تھے جو مسلمانوں کو عروج سے تنزول کی طرف لے کر گئے۔

زوال غرناطہ

غرناطہ[60] اندلس کے شہروں میں ایک دلہن کی حیثیت رکھتا ہے۔ متعدد چشموں سے بھرا ہوا یہ شہر اندلس کی خوبصورتی میں بہت اضافہ کرتا ہے۔اندلس کے ایک شاعر نے اس کی خوبصورتی میں چند اشعار لکھے ہیں۔

"غرناطةً ما لها نظير ما مصر ما الشام ما العراق

ما هي إلا العروس تجلى والملک من جملة الصداق"[61]

" غرناطہ کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔نہ مصر، نہ شام، نہ عراق اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔اُس کی مثال ایک ایسی خوبصورت دلہن کی ہے جس کے مہر کا یہ کل ملک ایک حصہ ہو سکتے ہیں"۔

اسلامی سلطنتِ اندلس کے آخری دور میں غرناطہ بنی نصر کی سلطنت کا تخت تھا۔ سقوطِ غرناطہ کے بعد اندلس سے مسلمانوں کی حکومت جو تقریباً آٹھ سو سال سے یہاں قائم تھی، بالکل ختم ہوئی۔ ظلم کی وہ داستان شروع ہو گئی جو ختم ہونے کو نہ تھی۔ چنانچہ فرڈیننڈ اور اسکی بیوی ازابیلا نے غرناطہ میں داخل ہو کر پہلا کام یہ کیا کہ غرناطہ کی سب سے بڑی مسجد کو گرجا میں تبدیل کر دیا[62] جو مسلمان عیسائی مذہب اختیار کرتا ان کے لئے زر وسیم کے انبار لگا دیئے جاتے تھے۔البتہ عیسائیوں کے لئے اسلام قبول کرنا منع قرار دیا گیا۔1499ء میں ایک فرمان جاری ہوا کہ جو لوگ عیسائیت قبول نہیں کرتے وہ سپین سے نکل جائیں۔[63] مسلمانوں کے لئے مغربی رقص میں شریک ہونا، عربی زبان کا نہ بولنا اور عورتوں کے لئے برقعہ استعمال نہ کرنا لازمی قرار دیا گیا[64] یہاں تک کے نام بھی بدل دیئے گئے۔

عیسائی اپنے دور حکومت میں یہودیوں کے ساتھ ننگ انسانیت کا سا سلوک روا رکھتے تھے۔ مسلمانوں نے یہودیوں کو وہ تمام حقوق دیئے تھے جو ایک مذہبی حکومت میں کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ان کے بغاوتوں کو معاف کر دیا۔اِن کے شرارتوں اور سازشوں سے در گزر کیا[65] لیکن جب مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوا اور عیسائی اقتدار میں آگئے تو انھوں نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈال دیئے۔جب ان مظالم کی فریاد لیکر مسلمان 1528ء میں بادشاہ سے ملے اور شکایت کی تو انھوں نے حکم تو واپس نہیں لیا لیکن سزا کا

نفاذ روک لیا۔[66]

اس طرح مسلمان مجبور ہو کر مختلف ملکوں کو ہجرت کرنے لگے۔ کچھ افریقہ کی طرف اور کچھ دوسرے ملکوں کی طرف چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں سے ۳ چوتھائی مسلمان وہ تھے جن کو قتل کر دیا گیا اور وہ غریب منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ سترہویں صدی عیسوئی کی شروع میں مسلمانوں کا سپین سے مکمل خاتمہ ہوا۔[67]

اندلس کی اسلامی حکومت پر ایک نظر

اگر ہم اندلس کی اسلامی حکومت پر نظر ڈالیں تو ہر طرف ترقی ہی ترقی نظر آئے گی۔ ہر شعبہ میں مسلمانوں نے کافی ترقی کی اور صرف مسلمان نہیں مغربی مصنفین بھی اسکے قائل ہیں۔ مسیحی یورپ نے اسلام کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "جونہی عربوں کو اسپین میں مضبوطی سے قدم جمانے کا موقع ملا وہیں انہوں نے ایک روشن دور کا آغاز کر دیا۔ قرطبہ کے امیروں نے خود کو علم وادب کا سرپرست بنا کر ممتاز کر لیا اور ذوق سلیم کی ایک ایسی مثال قائم کر دی جو یورپ کے دیسی شہزادوں کی حالت کے بالکل عکس تھی"۔[68]

اسلام کے دشمنوں نے جہاں اپنی تمام تر کوششیں اسلام کے انہدام کے لیۓ صرف کیں۔ وہاں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے آخری اور پسندیدہ دین کی صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے۔ سر ایڈورڈ ڈینی راس۔ سی آئی۔ ای کہتے ہیں۔

"قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشہ گوشہ میں اسے پھیلایا جائے"۔[69] اسطرح حضور ﷺ کی تعریف میں بھی وہ خود کہتے ہیں کہ "عرب میں حضرت محمد ﷺ نے ایک مذہب توحید کی بنیاد ڈالی جس نے آگے چل کر پورے عالم انسانی کے ساتویں حصہ کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا"۔[70]

الغرض ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ دسویں صدی میں جن لوگوں کو علم کا شوق ہوتا تو وہ اسپین پہنچتے تھے۔ ان دنوں قرطبہ تعلیم کے شعبے میں آگے آگے تھا اور ساتھ ساتھ ان دنوں میں ایران اور عراق نے بھی اسلامی حکومت کے زیر اثر کافی ترقی کی تھی۔ اسلامی حکومت کا ہر شعبہ ہم کو ایک ماہر اہل علم و فنکار عطا کرتا ہے۔ منطق و فلسفہ میں ہم کو ابو یوسف یعقوب ابن اسحٰق الکندی، ابو العباس احمد بن الطیب السرخسی، ابو نصر الفارابی، ابن رشد وغیرہ ملتے ہیں۔ طب میں ہم کو ابو بکر محمد بن زکریا الرازی، ابو منصور، شیخ بو علی سینا، ریاضی میں ہم کو محمد بن موسیٰ الخوارزمی، ابراہیم بن سنان وغیرہ، ہیت میں محمد بن ابراہیم الفزاری، یعقوب بن طارق وغیرہ، جغرافیہ میں ابو الحسن المسعودی، المقدس، تاریخ میں ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن خلدون وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔[71]

اس مختصر فہرست سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے دور حکومت میں مسلمانوں نے اندلس کو چار چاند لگائے اور وہاں کے بنجر زمینوں میں کیسے گل بوٹے کھلائے۔ لیکن اندلس نے ان احسانات کا اعتراف نہ کیا اور مسلمانوں کو دیس سے نکالا۔ ان کے علوم و فنون کو آگ میں جلا ڈالا۔ صرف ایک دن اور ایک جگہ 80 ہزار کتابیں جلائی گئیں۔ الغرض سکے، زراعت، صنعت، تعمیراتی کام، زیورات، غذا، فوجی نظام، تعلیمی مراکز، ان سب میں آج بھی اسلامی رنگ کچھ نہ کچھ ضرور دکھائی دے رہا ہے[72] اور جب بھی عربوں نے مختلف قوموں سے میل جول کیا تو ان کی عمارتوں نے بھی ان کے ذہنوں کو متاثر کیا۔ مختلف زمانوں میں اسلامی طرز تعمیر نے مختلف شکلیں اختیار کیں لیکن جغرافیائی اختلافات کے باوجود اسلامی طرز تعمیر میں ایک خاص تسلسل پایا جاتا ہے جو اُن کے عقیدہ وحدانیت کا نتیجہ ہے اور جس پر زمانے اور فاصلے کا کوئی اثر نہیں پڑا۔[73]

حواشی ومصادر

[1] قرطبہ کی وجہ تسمیہ طرح طرح سے بیان ہوئی ہے۔یورپ کے بعض مصنفین کے مطابق یہ عبرانی لفظ ہے۔جس کے معنی اچھے گاؤں کے ہیں۔(قریہ طیب) بحر حال جدید تحقیق سے پتہ چلتاہے۔کہ اسکا پرانا نام کوردوبہ تھا۔جس سے قرطبہ ہو گیا۔92ھ میں مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تھا۔اندلس کاتاریخی جغرافیہ، محمد عنایت اللہ، ص،344

[2] اندلس وسطی کے ایک صوبے اور اس صوبے کے دار لحکومت کا نام ہے۔ایضاً، ص،299تا313

[3] اشبلیہ اسپینی سیویلد آی بیری اور لاطینی ہسپالس عربی اشبلیہ۔جنوبی مغربی اندلس کاآج کل کا یہ ایک صوبہ ہے۔اور اس صوبہ کے دارالحکومت کا نام بھی یہی ہے۔ایضاً، ص،98تا104۔

[4] مغربی اندلس میں صوبہ بطلیوس کاایک پرانا شہر ہے۔اس شہر سے30 میل مشرق میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے۔اسکاپرانا نام رومانی نام اوگستاایمیریتا تھا۔(ایضاً، ص،435تا440۔

[5] زاراگوزا یاساراگوسا۔شمالی اندلس کاایک صوبہ ہے۔1833ء میں جب ارغون کے وسیع صوبے کو تین علاقوں میں تقسیم کیاگیا۔توان میں ایک علاقہ سرقسطہ کا تھا۔94ھ (712-713ء) میں موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد نے فتح کیا تھا۔(ایضاً، ص،240-249۔

[6] اندلس کی اسلامی میراث،ڈاکٹر ساجد الرحمٰن،ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد،اشاعت 1996، ص،8۔

[7] یہ جنگ مسلمانوں کی یورپ میں شمال کی طرف مسلسل پیش قدمی کاآخری واقعہ تھا۔جو719 میں شروع ہوا۔721ء تک مسلمان نربونہ اور طلوشہ سے گذر کر725 میں وادی رودنہ میں برگنڈی تک پہنچ گئے۔آخری حملہ مسلمان سپہ سالار عبدالرحمٰن الغافقی کی قیادت میں ہوا۔جو سپین کی سرحدیں عبور کرکے فرانس میں ہوا۔732 میں فرانک سپہ سالار چارلس مارٹل سے اسکا مقابلہ ہوا۔اور اس مقابلے میں وہ شہید ہوا۔اور مسلمان فوجیں واپس آگئیں۔ (ایضاً، ص،8۔تاریخ اندلس حصہ اول، مولانا ریاست علی ندوی،مدرسہ شمس الھدا آینہ اعظم گڈھ،اشاعت، 1950ص،150-152..تاریخ اندلس دوربنی امیہ۔1117ء تا1225ء عبدالقوی ضیاء،الائیڈ بک کارپوریشن37 لبرٹی مارکیٹ حیدرآباد سندھ،اشاعت 1957،ص،،108-117۔

[8] مکمل تفصیلات کے لئے-- Andalus::Spain under the Muslims by Edwyn hole , C.B.E, late H.M. consul General in the levant Service Author of " Syrian Harvest " London Robert Hale limited 63 old Brampton Road ,S .W.7.April 1957 p152 to 157

[9] بعض مورخین نے طارق کواس فہرست میں داخل نہیں کیا۔اوران کاایسا کرنا بلاوجہ نہیں۔طارق، موسیٰ بن نصیر امیر آفریقہ کا محض ایک ماتحت افسر تھا۔طارق اور موسیٰ کی مکمل تفصیل کے لئے--تاریخ مغرب ۔ابن عذاری ترجمہ اردو۔ص ،43 تا46) (تاریخ اندلس ، سید ریاست علی ندوی، حصہ اول ص،106-109۔

[10] اندلس کاتاریخی جغرافیہ ،عنایت اللہ، ص، 346- 347۔

[11] البیان المغرب فی اِخبار الأندلس والمغرب، ابن عذاری المراکشی، ابو عبداللہ محمد بن محمد، ج،1۔ص،321

[12] Illustrated History of Islam ,Dr Abdur Rauf, Feroz sons (pvt) LTD, Lahore,Publish,1993, page,91,92

[13] As above, page,92

[14] History of Islam, Akber khan najeebabadi, DARUL Ishaat , Karachi Pakistan -translated by .Muhammad Younus Qureshi first edition-2001 vol,3-p,80

[15] فکر ونظر خصوصی شمارہ۔اندلس کی اسلامی میراث، ص۔730۔

[16] جب ہسپانیہ رومانیوں کے تسلط میں تھا۔قرطبہ میں انہوں نے ایک بڑا بت خانہ تیار کیا تھا۔جب عیسائی آگئے توانہوں نے اس کو گرجے

میں تبدیل کر دیا۔جب مسلمان اندلس میں داخل ہوئےاور قرطبہ فتح ہواتو شرائط کے مطابق نصف کلیساء اور نصف مسجد قرار دیا گیا۔عبدالرحمٰن اول نے حکومت سنبھالتے ہوئے پورے شہر میں عمارتوں اور باغات کی بنیاد رکھی۔عیسائیوں سے باقی نصف والا حصہ لے لیا گیااور ان کے لئے دوسری جگہ پر گرجا تعمیر کیا گیا۔عبد الرحمٰن کے وفات کے بعد امیر ہشام نے 177ھ (793ھ) میں اس کو مکمل کر لیا۔ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، عنایت اللہ ص، 360، 361۔

[17] مقدمہ ابن خلدون ج، 4، ص، 125، 127۔

[18] افتتاح الاندلس، ص، 67۔

[19] اندلس کی اسلامی میراث، ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، ص، 11۔

[20] عبرت نامہ اندلس حصہ دوم، رائن ڈوزی، ص، 1191، اندلس کا تاریخی جغرافیہ، عنایت اللہ ص، 348۔

[21] ایضا، جلد دوم، ص، 358۔

[22] تاریخ اندلس دورِ بنی امیہ، عبد القوی ضیاء، ص، 615۔

[23] طوائف الملوک کی مثال۔اشبیلیہ میں بنو عباد، صوبہ بطلیوس میں بنو افطس (ابو محمد عبداللہ بن مسلمہ معروف بہ ابن افطس) قرطبہ میں ابن جہور، غرناطہ میں ابن حابوس، طلیطلہ میں بنو ذوالنون، سرقسطہ میں بنو ہود وغیرہ۔اس سے مراد طوائف الملوک ہے۔تاریخ اسلام، نجیب آبادی جلد سوم، ص، 171 تا 177۔

[24]History of Islam Dr. Abdur Rauf . P, 94

[25]The history of the Muhammaden dynasties in spain by Ahmad bin Muhammad al-Makkari,.Idarah-i-Adabiyat-i-Delhi 2009, Qasim jan Street Delhi-6 (India, vol ,2,p 245-249

[26]Spanish Islam, R dozy. Translated by, F.G. stokes published by karim sons Karachi , first edition 1978,p, 593 -606

[27] کیسٹل اور لیون کا عیسائی بادشاہ فردی نند اول کا بیٹا تھا۔458ھ فردی نند کے وفات پر وہ کیسٹل کا بادشاہ بنا۔

[28] فکر و نظر خصوصی شمارہ۔اندلس کی اسلامی میراث، مجلس ادارت ڈاکٹر ظفر اسحٰق انصاری، ڈاکٹر احمد حسن، ڈاکٹر سید علی رضا، ڈاکٹر خورشید الحسن، محمد میاں صدیق، ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، اشاعت۔1996ء شوال 1411ھ جمادی ثانی 1412ھ اپریل۔دسمبر 1991ء شمارہ 4، 1، 2 جلد 28۔29۔

[29] عبرت نامہ اندلس، رائن ڈوزی حصہ دوم، ص، 1191-1197۔

[30] مرابطین افریقہ کے صحرائے اعظم کے بربر لوگ تھے۔مغرب میں دریائے سینگال سے شروع ہوئے تھے۔علماء دین نے مدد کے واسطے ان کو وہاں سے بُلایا تھا۔ایضاً، حصہ دوم، ص۔1115۔

[31] یوسف بن تاشفین مراکش کے بادشاہ تھے۔مرابطین کا ایک فتح مند بادشاہ تھے۔محرم 500ھ میں فوت ہوئے تھے۔(تاریخ اسلام، نجیب آبادی جلد سوم، ص، 173، 183۔

[32] اشبیلیہ میں زلاقہ کے میدان پر 480ھ مطابق 23 اکتوبر 1086 کو یہ جنگ ہوا تھا۔(ایضاً، جلد سوم، ص، 173

[33] **طرطوشہ** پُرانا نام ہے۔رومانی نام "کولونیا جولیا درتوسہ" ہے۔اہل عرب نے اِسے طرطوشہ کہا۔موجودہ سپینی نام "تور توسہ" ہے۔شمال مشرقی اندلس کے صوبہ طرکونہ کا ایک پرانا شہر ہے۔دریائے اِبرہ کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔اندلس کا تاریخی جغرافیہ، عنایت اللہ، ص، 292۔

لاردہ: اہل عرب اس کو لریدااہ بھی لکھتے ہیں۔یہ شمالی اندلس کے ایک صوبے اور اس کے دار لحکومت کا نام ہے۔آج کل اس کے حدود، شمال

میں فرانس، مشرق میں صوبہ جرندہ(Gerona) جنوب میں صوبہ طرطونہ مغرب میں صوبہ وشقہ (Huesca) ایضاً، ص، 420۔
یابرہ : ملک پرتگال کے صوبہ الم تیجو(Alemtejo)کے وسطی حصے کے ایک علاقے کا خاص شہر ہے۔شہر کا اصلی نام " ایوورہ (Evora)" تھا۔اہل عرب نے اس کو یابرہ، یابورہ، یبورہ، مختلف طریقوں سے لکھا۔ایضاً، ص، 502۔
قونکہ : کونکہ یا کنکہ یا قونکہ یا فونکہ (Cnenca) وسطی اندلس کے ایک صوبے کا نام ہے۔اہل عرب اندلس کے جس حصے کو ثغرالاعلیٰ کہتے تھے۔یہ اُس کا جنوبی حصہ ہے۔شمال میں وادی الحجارہ، مشرق بلنسیہ، جنوب البسیط، مغرب میں صوبہ طلیطلہ واقع ہے۔ایضاً، ص، 418۔

[34] فکر و نظر خصوصی شمارہ، اندلس کی اسلامی میراث، ص، 12۔

[35] عبرت نامہ اندلس، مصنف رائن ہارٹ ڈوزی، حصہ دوم، ص، 1156۔

[36] فکر و نظر خصوصی شمارہ، اندلس کی اسلامی میراث، ص، 13۔

[37] مقدمہ ابن خلدون، مترجمہ سعد خان یوسفی، ص، 20،21۔

[38] **موحدین۔** اس کا تعلق محمد بن عبد اللہ تومرت جو مراکش کے علاقہ سوس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔بربر قبیلہ مسمودہ سے ان کا تعلق تھا۔لیکن اپنے آپ کو حضرت علیؓ کی اولاد سے بتاتے تھے۔امام غزالیؒ سے بھی اِن کی ملاقات ہوئی تھی۔ان کے وفات کے بعد عبدالمومن بن علی (544ھ) جانشین بن گئے۔اِن لوگوں کی تعلیم کی وجہ سے ان کو موحدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔تاریخ اسلام، نجیب آبادی، جلد سوم ، ص، 188۔

[39] The history of the Muhammaden dynasties in Spain by Ahmad bin Muhammad al-Makkari- vol-2 p , 310

[40] ابو یعقوب عبدالمومن کا تیسرا بیٹا تھا۔558ھ میں حاکم بنا۔تاریخ اسلام، نجیب آبادی، جلد سوم، ص، 189۔

[41] فکر و نظر خصوصی شمارہ۔اندلس کی اسلامی میراث، ص،13۔

[42] ایضاً، ص،13۔

[43] امام غزالی ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے،ابن تومرت جو اپنے آپ کو حضرت علیؓ کی اولاد میں شمار کرتا تھا۔وہ بھی موجود تھا۔کسی نے عرض کیا۔کہ اے امام المسلمین فرمان روائے مراکش واندلس علی بن یوسف بن تاشفین نے آپ کی کتابوں کے جلانے کا حکم دیا ہے۔تو امام صاحب نے فرمایا: کہ اس کا ملک بھی برباد ہو جائے گا اور جس کی وجہ سے ہو گا وہ اس وقت ہماری مجلس میں ہے۔ابن تومرت کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا۔(تاریخ اسلام جلد سوم، نجیب آبادی، ص، 187۔

[44] The history of the Muhammaden dynasties in Spain , vol-2 p,323

[45] اراگون عربی نام۔ارغون تھا۔تین صوبوں پر مشتمل تھا۔ہواسکا، زاراگورا، تیرول۔اندلس کا تاریخی جغرافیہ، محمد عنایت اللہ، مقبول اکیڈمی ، سرکلر روڈ چوک انارکلی لاہور، اشاعت دسمبر 1926ء ص،41۔

[46] بلنسیہ (والنسیہ) یہ تین صوبوں پر مشتمل تھا۔کاسٹی لون، والنسیہ، الی کانٹی۔ایضاً۔ص،40۔

[47] کیسٹیلا لا ویجا عربی نام (قشتالیہ) تھا۔قدیم حصہ اس کا چھوٹے بڑے تقریباً ۸ حصوں پر مشتمل تھا۔اور جدید حصہ 5 صوبوں پر مشتمل ہے۔ایضاً، ص،37،38۔

[48] Confluence of civilizations: professor A.R Momin. the IOS minaret (institute of objective studies) January 2008vol-2,Issue 18 16-31

[49] The history of Muhammaden dynasties. vol , 2. p ,ixxxix

[50] بنو احمر موحدین کے حکومت کے بعد اقتدار میں آیا تھا۔اس کے بزرگ بنو نصر کے نام سے ہسپانیہ میں آباد تھے اور فوج میں اُونچے عہدوں پر فائز تھے۔محمد جس کو شیخ کہا جاتا تھا، اس کا سردار تھا۔موحدین کے دور حکومت کی خانہ جنگی میں محمد بن یوسف ابن الاحمر نے بھی سلطان کا

لقب اختیار کیا اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے حاکم بن گیا۔ تاریخ اسلام، جسٹس امیر علی، اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔ اشاعت، جنوری 1965، ص، 498۔

[51] فکر و نظر خصوصی شمارہ، اندلس کی اسلامی میراث، ص، 14۔

[52] ابن القوطیہ محمد بن عمر بن عبدالعزیز بن ابراہیم الاشبیلی۔ کنیت ابو بکر۔ 367ھ میں انتقال ہوئے۔ نحو اور لغت میں مہارت حاصل تھی۔ ایضاً، ص، 84۔

[53] امام شاطبیؒ کا پورا نام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الشاطبیؒ ہے۔ تمام زندگی غرناطہ میں گزاری۔ اصول فقہ اور حدیث میں آپ نے قابلِ قدر کام کیا۔ 790ھ میں غرناطہ میں وفات پاگئے۔ ایضاً، ص، 541 تا 550۔

[54] ایضاً، ص، 15۔

[55] History of Islam. Dr. Abdur rauf... p , 96

[56] عیسائی فردی نند شاہ قسطلہ مسمّیٰ جان کا بیٹا تھا۔ اور اس کی شادی ارغون کی شہزادی ازابیلا سے ہوئی تھی۔ تاریخ اسلام، نجیب آبادی جلد سوم، ص، 209۔

[57] مسلمانوں کا عروج و زوال، تالیف سعید احمد، ندوۃ المصنّفین دہلی۔ طبع دوم، 1947ء، ص، 192۔

[58] ایضاً۔ ص، 192۔

[59] Muhammaden dynasties in Spain. vol , 2 .p ,xci

[60] غرناطہ۔ جنوبی اندلس کے ایک صوبے اور اس کے دارالحکومت کا نام ہے۔ جو حدود آج ہیں یہ 1833ء میں قائم کئے گئے تھے۔ عیسائیوں کی زبان میں غرناطہ کے معنی انار کے ہیں۔ پرانی تحریروں میں اس کا نام کرناطہ بھی لکھا گیا ہے۔ بعض کے خیال میں یہ عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ پہاڑ کا غار۔ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، ص، 318

[61] ایضاً، ص، 319۔

[62] تاریخ اسلام، اکبر نجیب آبادی جلد سوم، ص۔ 216 تا 220۔

[63] مسلمانوں کا عروج و زوال، ص، 196۔

[64] ایضاً، ص، 196، 197۔

[65] تاریخ اسلام حصہ پنجم، رئیس احمد جعفری ندوی۔ طباعت اردو منزل بندر روڈ کراچی۔ طبع اول۔ 1953ء ص، 262۔

[66] اندلس کی اسلامی میراث۔ ص، 19۔

[67] مسلمانوں کا عروج و زوال۔ ص، 201۔

[68] اسلامی ثقافت۔ شبیر احمد خان علی گڑھ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔ اشاعت، 1998ء۔ ص، 13۔

[69] اسلام کی حقانیت (غیر مسلموں کی نظر میں) محمد ندیم قاسمی عمر پبلی کیشنز یوسف مارکیٹ، لاہور، اشاعت، نومبر 2007ء۔ ص، 41۔

[70] لائف انٹرنیشنل (نیو یارک) شمارہ: دنیائے اسلام۔ ترجمہ: پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر۔ صدر شعبہ فارسی اردو سنٹ زیوئرس کالج بمبئی۔ 8 اگست 1955ء۔

[71] اسلامی ثقافت، ص، 14، 15۔

[72] فکر و نظر (خصوصی شمارہ) اندلس کی اسلامی میراث ڈاکٹر ساجد الرحمٰن۔ ص، 637۔660، 663۔676۔

[73] اسلامی آرٹ اور فن تعمیر۔ ارنسٹ کوہنل۔ ترجمہ غلام طیبفیروز سنز لمیٹڈ لاہور، کراچی۔ پہلا طباعت، 1971ء، ص، 12۔